افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پر حدیث مرفوع صحیح قطعی الدلالت

عن بی الدرداء ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال:

ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیا

(المنتخب من مسند عبد بن حمید، جلد 1 صفحہ 200)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) ابوبکر سے افضل، یا فرمایا: (حضرت ابوبکر سے بہترین کسی شخص پر سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے سوئے نبی کے

تفضیلیہ کا اسے موضوع قرار دینا انتہائی بے باکی اور دین میں خیانت ہے

اقتباس از

مناقب الخلفاءِ الراشدین مع عقائد العلماءِ الربانین

شیخ الحدیث والتفسیر سیالوی
مفتی **نذیر احمد**

جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد

باب دوم

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ثبوت احادیث مبارکہ سے:

پہلے افضل الامت علی الاطلاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت، پھر دونوں نفوس قدسیہ کی بالترتیب افضلیت پر احادیث پیش کی جائیں گی۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر احادیث مبارکہ متواترۃ المعنی ہیں۔

فقیر راقم الحروف اثبات مدعیٰ کے لیے ان میں سے بعض احادیث مبارکہ سپردِ قلم کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق

حدیث نمبر 1:

"حدثنا احمد قثنا وھب بن بقیۃ الواسطی قثنا عبداللہ بن سفیان الواسطی عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء قال:

رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امشی امام ابی بکر فقال:

یا ابا الدرداء اتمشی امام من ھو خیر منک فی الدنیا والآخرۃ؟

ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر۔" (فضائل الصحابۃ 1/188)

"وعن ابی الدرداء قال:

رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا امشی امام ابی بکر فقال:

لا تمش امام من ھو خیر منک، ان ابابکر خیر ممن طلعت علیہ

الشمس او غربت"۔

رواہ الطبرانی وفیہ: بقیۃ وھو مدلس، وبقیۃ رجالہ وثقوا۔"
(مجمع الزوائد 24/9)

"حدثنا جعفر بن محمد الفریابی قثنا محمد بن مصفی الحمصی قثنا بقیۃ بن الولید عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء قال:

رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا امشی امام ابی بکر فقال:

لم تمشی امام من ھو خیر منك؟ ان ابابکر خیر من طلعت علیہ الشمس او غربت"۔(فضائل الصحابۃ 190,189/1)

"واخرج عبد الرحمن بن حمید فی مسندہ و ابو نعیم وغیرھما من طرق عن ابی الدرداء "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"ماطلعت الشمس ولاغربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی" وفی لفظ:"علی احد من المسلمین بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر "(الی ان قال) ولہ شواھد من وجوہ اخر تقضی لہ بالصحۃ او الحسن، وقد اشار ابن کثیر الی الحکم بصحتہ"۔(تاریخ الخلفاء، ص46)

"حدثنا علی قال: ناعبد اللہ بن عبد المؤمن ناعمر بن یونس الیمامی ابوحفص قثنا ابوبکر عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء قال:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :"ماطلعت الشمس علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی"(فضائل الصحابۃ 431/1)

"حدثنا عمر بن یونس الیمامی ،ثنا ابوسعید البکری عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل .او خیر .من ابی بکر الا ان یکون نبی "(المنتخب من مسند عبد بن حمید ،الجزء الاول ،ص 200)

ترجمہ: "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا ہوں ،تو فرمایا: اے ابوالدرداء ! کیا تو اس شخص کے آگے چل رہا ہے جو دنیا اور آخرت میں تجھ سے بہترین اور افضل ہے؟ سورج طلوع نہیں ہوا اور نہ ہی غروب ہوا ہے کسی شخص پر جو ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو ماسوائے حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے۔،،(فضائل الصحابۃ)

"حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس حال میں دیکھا کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا ہوں تو فرمایا: تو اس ذات کے آگے نہ چل جو تجھ سے بہترین اور افضل ہے، بیشک ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ان تمام سے افضل ہیں جن پر سورج طلوع ہوا ہے یا غروب ہوا ہے (ماسوائے حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوۃ والسلام کے)۔

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں بقیۃ بن ولید راوی، مدلس ہے اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔،،(مجمع الزوائد)

"محدث عبدالرحمن بن حمید نے اپنے مسند میں اور محدث ابونعیم اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے متعدد اسانید اور طرق سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل کسی شخص پر سورج

نہ طلوع ہوا ہے اور نہ ہی غروب ہوا ہے مگر یہ کہ نبی ہو۔اور ایک روایت میں ہے حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد مسلمانوں میں سے کسی ایسے شخص پر سورج طلوع اور غروب نہیں ہوا جو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو۔(تا)

اور دوسری متعدد وجوہ سے اس حدیث کے لیے شواہد موجود ہیں جو اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کا فیصلہ دیتے ہیں اور علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کی صحت کے حکم کی طرف ضرور اشارہ کیا ہے۔،،(تاریخ الخلفاء)

''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کسی شخص پر (بھی) سورج طلوع نہیں ہوا جو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو مگر یہ کہ نبی ہو۔،،(فضائل الصحابۃ)

''یعنی صرف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذوات مقدسہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں جن پر سورج طلوع ہوا ہے ان کے علاوہ کسی انسان پر بھی سورج طلوع نہیں ہوا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔،،

بالفاظ دیگر: بجز انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے، کائنات میں کوئی انسان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے جس پر سورج طلوع ہوا ہو۔

''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل، یا فرمایا: (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بہترین کسی شخص پر سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے سوائے نبی کے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)،، (المنتخب من مسند عبد بن حمید)

حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی فنی حیثیت کا بیان:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

حدیث مذکور کی فنی حیثیت کے بارے میں کچھ معروضات پیش خدمت ہیں، ملاحظہ کریں:

نمبر1: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث مذکور کے راوی مشہور صحابی حضرت ابوالدرداء عویمر انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ہے اور عویمر لقب ہے، یوم بدر قبولِ اسلام سے مشرف ہوئے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

"قال ابوشهر عن سعيد بن عبدالعزيز :مات ابوالدرداء و كعب الاحبار لسنتين بقيتا من خلافة عثمان -"

(الاصابة في تمييز الصحابة,4/622-621)

"ابوشہر نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی جبکہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسال باقی تھے، (یعنی ۳۳ سنہ ھ کے آخری ایام میں)۔" (الاصابة)

محدث ومؤرخ حافظ الحدیث ابن کثیر رقمطراز ہیں:

انه قتل يوم الجمعة لثماني عشرة خلت من ذي الحجة سنة خمس وثلاثين على الصحيح المشهور (الى ان قال) فكانت خلافته ثنتي عشرة سنة الا اثني عشر يوما لانه بويع له في مستهل المحرم سنة اربع وعشرين۔

(البداية والنهاية,7/344)

"اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ صحیح مشہور قول کے مطابق اٹھارہ ذوالحج بروز جمعہ ۳۵ھ شہید کیے گئے (تا) آپ کی خلافت بارہ دن کم بارہ سال تھی۔ اس لیے کہ ۲۴ھ محرم شروع ماہ میں آپ کی بیعت کی گئی۔" (البدایۃ والنہایۃ)

نمبر 2: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیثِ مذکور کے راوی جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ ہیں۔

فضائل الصحابۃ ودیگر کتب مذکورہ کی روایات منقولہ کی اسانید میں اگرچہ عطاء کے ساتھ ابن ابی رباح ہونے کی تصریح نہیں ہے لیکن دوسری متعدد کتب میں تصریح موجود ہے جیسے عظیم محدث خیثمۃ بن سلیمان کی فضائل الصحابۃ اور امام ابن عساکر کی تاریخ دمشق وغیرہ۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختصر تعارف:

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں دوسو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد سے روایت حدیث کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے جن میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"وقال خالد بن ابی نوف عن عطاء ادرکت مائتین من الصحابۃ۔"

(تهذيب التهذيب 181/7)

عطاء بن ابی رباح واسمه اسلم القرشي مولاهم ابو محمد المكي روى عن ابن عباس وابن عمرو، وابن عمر وابن الزبير ومعاوية واسامة بن زيد (الى

ان قال) وابی الدرداء الخ،،(تهذیب التهذیب 7/179-180)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ فقیہ عالم کثیر الحدیث تھے۔
فقہ، علم اور ورع وتقوی اور فضل وکمال کے اعتبار سے سادات تابعین سے تھے۔
ثبت، رضی، حجت، امام کبیر الشان تھے۔،،

"وکان ثقة فقیها عالما کثیر الحدیث،،(تهذیب التهذیب 7/180)

"وکان من سادات التابعین فقها وعلما وورعا وفضلا،،
(تهذیب التهذیب 7/182)

"هو ثبت رضی حجة امام کبیر الشان،،(تهذیب التهذیب 7/183)

"اہل مکہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس مسائل اور دینی معلومات کے لیے جمع ہوتے تو وہ فرماتے:

اے اہل مکہ تم ہمارے پاس جمع ہورہے ہو حالانکہ تمہارے پاس عطاء موجود ہیں (ان کے ہوتے ہم سے پوچھنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے)

"عن ابن عباس انه کان یقول تجتمعون الی یا اهل مکة وعندکم عطاء وکذا روی عن ابن عمر،،(تهذیب التهذیب 7/181)

امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"عطاء ابن ابی رباح اسلم الامام شیخ الاسلام مفتی الحرم ابو محمد القرشی مولاهم المکی الخ،،(سیر اعلام النبلاء، 5/78-79)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت امام ابوجعفر محمد الباقر رضی اللہ عنہ کے پاس

لوگ جمع ہو گئے تھے تو وہ کہنے لگے:

"علیکم بعطاء هو والله خیر لکم منی"

"عطاء بن ابی رباح کو لازم پکڑو، اللہ کی قسم وہ تمہارے لیے مجھ سے بہتر ہیں"

مزید فرمایا: "خذوا من عطاء ما استطعتم" (سیر اعلام النبلاء 81/5)

"جہاں تک تم سے ہو سکے علم دین عطاء سے اخذ کرو"

مختصراً یہ ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے محاسن اس کثرت سے ہیں کہ اس مختصر تحریر میں ان کا احاطہ نہایت ہی مشکل ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح کا سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے سماع:

"قال عمر بن قیس: سألت عطاء متی ولدت؟ قال لعامین خلوا من خلافة عثمان"

(سیر اعلام النبلاء 87/5) (تهذیب التهذیب 182/7) واللفظ من الاول.

"عمر بن قیس نے کہا: میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز سے سوال کیا کہ آپ کی ولادت کب ہوئی؟

انہوں نے فرمایا: حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال گزرے تھے کہ میری ولادت ہوئی۔"

جبکہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز یکم محرم ۲۴ سنہ ھ یا تین محرم ۲۴ سنہ ھ کو ہوا۔ (البداية والنهاية 269/7)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی ولادت ۲۶ سنہ ھ

کے بالکل آغاز میں ہے۔ جبکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۳ ھ کے آخری ایام میں ہوئی جیسا کہ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ سے تصریح گزر چکی ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال باقی تھے تو حضرت ابوالدرداء اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی اور خلافت عثمانی کا اختتام ۳۵ ھ کے آخری ایام میں ہوا جیسا کہ اسلامی تاریخ کے طلباء پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ اس پر تمام مؤرخین اسلام کا اجماع اور اتفاق ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اس بیان سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح کی عمر کچھ دن کم آٹھ سال تھی۔ اور ان کی جائے پیدائش جند ہے اور نشوونما کا محل مکہ مکرمہ ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال میں صراحت ہے۔

امام شمس الدین ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"کان من مولدی الجند ونشأ بمکۃ" (سیر الاعلام النبلاء 79/5)

اور حج وعمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا ورود اور نزول جس کثرت سے ہوتا تھا یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے اور زمانہ تابعین میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شرف ملاقات وزیارت اور احادیث نبویہ سننے کا شوق اور جذبہ بھی اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے اور ایسے مواقع میں اکابر کا اپنے ساتھ اصاغر اور بچوں کو بھی لانا تاکہ وہ بھی اس عظیم اعزاز سے مشرف ہوسکیں، یہ عام معمول تھا۔

حدیث کے سماع اور تحمل کے لیے کتنی عمر شرط ہے؟

حضرت امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"یصح التحمل قبل وجود الاهلیة فتقبل روایة من تحمل قبل الاسلام و روی بعده و کذلك روایة من سمع قبل البلوغ و روی بعده (الی ان قال) لان الناس قبلوا روایة احداث الصحابة کالحسن بن علی وابن عباس وابن الزبیر والنعمان بن بشیر واشباههم من غیر فرق بین ما تحملوه قبل البلوغ ومابعده و لم یزالوا قدیما و حدیثا یحضرون الصبیان مجالس التحدیث والسماع و یعتدون بروایتهم لذلك والله اعلم.

(الی ان قال) اختلفوا فی اول زمان یصح فیه سماع الصغیر (الی ان قال) عن احمد بن حنبل رضی الله عنه انه سئل متی یجوز سماع الصبی الحدیث فقال اذا عقل و ضبط (الی ان قال) عن القاضی الحافظ عیاض بن موسی السبتی الیحصبی قال قد حدد اهل الصنعة فی ذلك ان اقله سن محمود بن الربیع. و ذکر روایة البخاری فی صحیحه بعد ان ترجم متی یصح سماع الصغیر باسناده عن محمود بن الربیع قال: عقلت من النبی صلی الله علیه وسلم مجة مجها فی وجهی و انا ابن خمس سنین من دلو و فی روایة اخری انه کان ابن اربع سنین (قلت) التحدید بخمس هو الذی استقر علیه عمل اهل الحدیث المتأخرین فیکتبون لابن خمس فصاعدا سمع و لمن لم یبلغ خمسا حضر او احضر. والذی ینبغی فی ذلك ان یعتبر فی کل صغیر حاله علی الخصوص فان وجدناه مرتفعا عن حال من لا یعقل فهما للخطاب و ردا للجواب و نحو ذلك صححنا سماعه وان کان دون خمس وان لم یکن کذلك لم نصحح سماعه وان

کان ابن خمس بل ابن خمسین (الی ان قال) وعن القاضی ابی محمد عبداللہ بن محمد الاصبہانی قال حفظت القران ولی خمس سنین وحملت الی ابی بکر بن المقری لاسمع منه ولی اربع سنین (الی ان قال) اما حدیث محمود بن الربیع فیدل علی صحة ذلك من ابن خمس مثل محمود ولایدل علی انتفاء الصحة فیمن لم یکن ابن خمس ولاعلی الصحة فیمن کان ابن خمس ولم یمیز تمییز محمود رضی اللہ عنه.واللہ اعلم "(مقدمۃ ابن الصلاح ،ص163-164-165)

"حاصل عبارت یہ ہے کہ حدیث کا تحمل اور سماع روایتِ حدیث کی اہلیت کے پائے جانے سے پہلے (بھی) صحیح ہوتا ہے۔پھر جس شخص نے قبولِ اسلام سے پہلے حدیث کا سماع کیا اور قبول اسلام کے بعد اسے روایت کیا تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔

اسی طرح جس شخص نے بلوغ سے پہلے حدیث کا سماع کیا اور بالغ ہونے کے بعد اسے روایت کیا تو اس کی روایت بھی قبول کی جائے گی۔(تا) اس لیے کہ لوگوں (علمائے اسلام) نے ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی روایت کو قبول کیا ہے،جنہوں نے کم عمری میں شرف صحابیت پایا ہے جیسا کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت نعمان بن بشیر اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔بلوغ سے پہلے ان کی سماع کردہ احادیث اور بلوغ کے بعد کی سماع کردہ احادیث کے درمیان فرق کیے بغیر،ان کی تمام احادیث کو قبول کیا ہے۔

اور ہر زمانہ میں مجالس تحدیث وسماع (یعنی حدیث بیان کرنے اور حدیث

سننے کی مجالس) میں بچے حاضر ہوتے رہے ہیں اور ان کے مجالس تحدیث وسماع میں حاضر ہونے کی وجہ سے علمائے امت ان کی روایت کا اعتبار کرتے رہے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ت) کم از کم کتنی عمر میں بچے کا سماع صحیح اور معتبر ہوتا ہے اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے (ت) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ بچے کا سماع حدیث کب جائز ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب سمجھ لے اور ضبط کر لے۔

(ت) حضرت حافظ قاضی عیاض بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محدثین نے اس بارے میں یہ حد مقرر کی ہے کہ کم از کم وہ زمانہ، حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی عمر ہے (جو حدیث میں مذکور ہے) اور انہوں نے بخاری کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت امام بخاری قدس سرہ العزیز نے اپنی صحیح میں عنوان قائم کیا ہے "متی یصح سماع الصغیر" بچے کا سماع کب صحیح ہوتا ہے؟ اس کے بعد اپنی سند کے ساتھ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کلی مجھے یاد ہے جو آپ نے ڈول سے (پانی) لیکر میرے منہ پر ماری تھی اس وقت میں پانچ سال کا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ چار سال کے تھے۔

(ت) میں کہتا ہوں پانچ سال کی تحدید پر متاخرین اہل حدیث (محدثین) کا عمل ثابت و برقرار ہے کہ پانچ سال یا اس سے زیادہ عمر کے بچے کے لیے لکھتے ہیں "سمع" اس نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ اور جو پانچ سال کی عمر کو نہیں پہنچا اس کے لیے لکھتے ہیں "حضر" مجلس تحدیث وسماع میں وہ حاضر ہوا۔ یا لکھتے ہیں "احضر"

مجلس تحدیث وسماع میں اسے حاضر کیا گیا۔ اور اس بارے میں لائق اور مناسب یہ ہے کہ ہر بچے کے بارے میں خصوصی طور پر اس کے حال کا اعتبار کیا جائے۔

پھر اگر ہم کسی بچے کو ایسے بچے کے حال سے بالاتر پائیں جو نہ ہی تو خطاب کو سمجھتا ہے اور نہ ہی جواب دینا جانتا ہے اور اس کی مثل، تو ہم اس کے سماع کو صحیح قرار دیں گے اگر چہ وہ پانچ سال سے کم عمر کا ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہم اس کے سماع کو صحیح قرار نہیں دینگے اگر چہ پانچ سال کا ہو بلکہ پچاس سال کا بھی ہو تو۔

(تا) قاضی ابو محمد عبداللہ بن محمد اصبہانی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

میں نے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور چار سال کی عمر میں مجھے ابوبکر بن المقری کی طرف اٹھا کر لے جایا گیا تا کہ میں ان سے سماع کروں

(تا) اور حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی حدیث، حضرت محمود رضی اللہ عنہ کی مثل پانچ سال عمر کے بچے کے سماع کی صحت پر دلالت کرتی ہے اور جو پانچ سال کا نہ ہو اس کا سماع حدیث صحیح نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی اور نہ ہی جو پانچ سال والا حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی طرح عقل وتمیز نہ رکھتا ہو اس کے سماع کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مقدمہ ابن صلاح)

حضرت شیخ الاسلام ابن صلاح قدس سرہ العزیز کی تحقیق سے یہ حقیقت خوب عیاں ہوگئی کہ بچے کا سماع حدیث، صحیح اور معتبر ہونے کے لیے پورے پانچ سال عمر ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ شرط عقل وتمیز اور ضبط ہے جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے۔ لہٰذا بچہ جب کلام کو سمجھے اور ضبط کر لے تو اس کا سماع حدیث معتبر ہے۔ ہمارے بعض اسلاف کرام نے تو پانچ سال کی عمر میں پورا

قرآن کریم حفظ کرلیا تھا جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"من المهم معرفة (سن التحمل والاداء) والاصح اعتبار سن التحمل بالتمييز هذا فى السماع-" (شرح نخبة الفكر، ص189)

حضرت محدث علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح میں فرمایا:

"(و من المهم ايضا معرفة سن التحمل) اى سماع الحديث واخذه سواء كان بنفسه او غيره (والاداء) اى سن اداء مسموعه و روايته واختلف فى سن التحمل فقال الجمهور اقله خمس سنين.... (والاصح اعتبار سن التحمل بالتمييز) وهو من فهم الخطاب و رد الجواب على وجه الصواب و نحو ذلك بحيث ارتفع عن حال من لا يعقل مثله .قال النووى والعراقى ان فهم الخطاب و رد الجواب كان مميزا صحيح السماع وان كان له دون خمس و الا فلا يصح سماعه وان كان ابن خمسين سنة (هذا فى السماع) اى دون الحضور للبركة والاجازة بعد الاهلية-" (شرح شرح نخبة الفكر، ص259)

"حاصل عبارت یہ ہے کہ سماع حدیث اور اخذ حدیث کے لیے عمر کی معرفت بھی اہم امور سے ہے برابر ہے کہ سماع حدیث بنفسہ ہو یا اپنے غیر کے ساتھ، اور اداء یعنی جو کچھ اس نے سنا ہے اسے اداء کرنے اور روایت کرنے کے لیے کتنی عمر ہونا ضروری ہے؟ اس کی معرفت بھی اہم امر ہے:

سماع حدیث کے لیے کم از کم کتنی عمر ہونا ضروری ہے؟ اس میں اختلاف

ہے۔ جمہور کا موقف یہ ہے کہ کم از کم پانچ سال عمر ضروری ہے (تا) اور زیادہ صحیح نظریہ یہ ہے کہ سماع حدیث کی عمر کا اعتبار تمیز کے ساتھ ہے اور صاحب تمیز وہ ہے جو خطاب کو سمجھے اور درست طریقہ پر جواب دے اور اس کی مثل، اس حیثیت کے ساتھ کہ جو اس کی طرح نہیں سمجھتا اس کے حال سے یہ بالاتر ہو جائے۔

امام نووی اور امام زین الدین عراقی رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اگر خطاب سمجھے اور جواب دے تو وہ صاحب تمیز اور صحیح السماع ہے اگر چہ اس کی عمر پانچ سال سے کم ہو۔ اور اگر خطاب نہ سمجھے اور درست طریقہ پر جواب نہ دے سکے تو اس کا سماع صحیح اور معتبر نہیں ہے اگر چہ اس کی عمر پچاس برس ہو۔ عمر کی یہ شرط کہ تمیز کی عمر کو پہنچ چکا ہو، حدیث کے سماع اور تحمل میں ہے صرف برکت کے لیے حاضر ہونے اور اہلیت کے بعد اجازت کے لیے شرط نہیں ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر)

بحمدہ تعالیٰ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی اور محدث علی القاری رحمہا اللہ تعالیٰ نے بھی اس حقیقت کی وضاحت کر دی ہے کہ حدیث کے سماع اور تحمل کے صحیح اور معتبر ہونے کے لیے پانچ سال عمر ہونا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ اگر بچہ کلام اور خطاب کو سمجھتا ہے اور جس بات کا اسے جواب دینا چاہیے اس کا درست طریقہ سے جواب دیتا ہے یعنی تمیز کی عمر کو پہنچ چکا ہے تو اس کا سماع حدیث، صحیح اور معتبر ہے اگر چہ پانچ سال سے کم عمر ہو اور اگر خطاب نہیں سمجھتا اور جواب نہیں دے سکتا تو اس کا سماع صحیح اور معتبر نہیں ہے اگر چہ کافی اور وافر عمر کا ہو۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نتیجۂ کلام:

جب علمائے اعلام کے ارشادات سے یہ حقیقت واضح ہو چکی کہ اصح یہ موقف ہے کہ بچہ جب خطاب اور کلام کو صحیح طور پر سمجھ لے اور ضبط بھی کر لے اور درست جواب دے تو اس کا سماع حدیث صحیح اور معتبر ہے اگر چہ اس کی عمر پانچ سال سے بھی کم ہو، جبکہ یہ حقیقت حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے ثابت ہو چکی ہے کہ ان کی عمر حضرت سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت کچھ دن کم آٹھ سال تھی اور حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کا ذہین فہیم اور کمال درجہ کا ذکی ہونا ان کے تبحر علمی سے ہی روشن اور واضح ہے جیسا کہ حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے علمائے اعلام کے تاثرات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں حتی کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ما رأیت فیمن لقیت افضل من عطاء" (تھذیب التھذیب 181/7)

"(حضرات تابعین میں سے) جن لوگوں سے میری ملاقات ہوئی ہے ان میں عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے افضل میں نے نہیں دیکھا۔"

اور حضرت امام ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ کے تاثرات بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا:

"ما بقی علی ظھر الارض احد اعلم بمناسك الحج من عطاء۔"

(سیر اعلام النبلاء، 81/5)

"روئے زمین پر کوئی شخص باقی نہیں رہا جو مناسک حج کے متعلق عطاء بن ابی رباح (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ علم والا ہو۔"

اور حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی بود و باش اور نشو و نما بھی مکہ مکرمہ میں تھی جو مدینہ منورہ کے بعد دوسرا اسلامی مرکز ہے۔ اور حج و عمرہ کے لیے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بکثرت آمد و رفت اور جلوہ گری اس مقدس شہر میں ہونا بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور حضرات تابعین کرام میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زیارت اور احادیث نبویہ سننے کا شوق اور جذبہ بھی ایک حقیقت مسلمہ ہے۔

تو ان حقائق واقعیہ کی روشنی میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ کے سماع کے انکار کا کوئی جواز ہی نہیں ہے تاوقتیکہ ثابت کیا جائے کہ نفس الامری اور واقعی طور پر عطاء ابن ابی رباح قدس سرہ العزیز کے بچپن کے زمانہ میں ان میں عقل و تمیز اور ضبط کی اہلیت و صلاحیت آنے کے وقت سے ان کی عمر آٹھ سال ہونے تک کے چند سالوں میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات نہ ہونا قطعی ہے جبکہ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا تو پھر قطعی اور جزمی طور پر انکار سماع کا کیا جواز ہے؟

اس عرصہ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا حج و عمرہ یا کسی دوسرے مقصد کے لیے بھی اس سرزمین پر نہ آنا اور حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا ان سے شرف ملاقات نہ پانا اور سماع حدیث نہ کرنا کیسے ثابت ہو گیا؟

نیز اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ بعض اکابر محدثین کے نزدیک غیر مدلس راوی کا بطریق عن فلان روایت کرنا، اتصال اور سماع پر محمول ہونے کے لیے راوی کی مروی عنہ سے ملاقات کا صرف امکان ہی کافی ہے جبکہ یہاں تو متعدد دواعی بھی

موجود ہیں لہذا یہی صحیح اور حق ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کا سماع ثابت ہے۔اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے بھی ''تہذیب التہذیب ''میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے مبارکہ گنواتے ہوئے جن سے حضرت عطاء بن ابی رباح نے حدیث روایت کی ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں-وللہ الحمد

ایک اہم شبہ کا ازالہ:

شبہ:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال:مولدہ بالجند سنة (۲۷) وکان من سادات التابعین فقھا وعلما وورعا وفضلا-''

(تہذیب التہذیب 182/7)

''عظیم امام ومحدث ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔اور کہا ہے:ان کی ولادت سنہ ۲۷ ہجری میں بمقام جند ہوئی اور وہ فقہ اور علم اور ورع وتقویٰ اور فضیلت کے اعتبار سے سادات تابعین سے تھے۔''

عبارت منقولہ کے تحت علامہ ابن حجر قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے:

''قلت: فعلی تقدیر مولدہ لا یصح سماعه من ابی الدرداء ولا من الفضل بن عباس-''(تہذیب التہذیب 182/7)

''میں کہتا ہوں سنہ ۲۷ ہجری میں حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ

العزیز کی ولادت ہونے کی تقدیر پر حضرت ابوالدرداء اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے ان کا سماع صحیح نہیں ہے۔،،

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی ولادت سنہ ۲۷ میں ہونے کی تقدیر پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کی سماع کی نفی کرنا علامہ ابن حجر قدس سرہ العزیز کا تسامح ہے۔

<u>اولاً:</u> سنہ ۲۷ ہجری میں ولادت کا قول اگرچہ بعض علمائے اعلام نے نقل کیا ہے جیسا کہ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ سے ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نقل کیا ہے۔ لیکن جب خود حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے ''متی ولدت '' آپ کی ولادت کب ہوئی؟ کے جواب میں فرمایا:

''لعامین خلوا من خلافۃ عثمان ''۔(تھذیب التھذیب 182/7)

''کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسال گزر چکے تھے تو میری ولادت ہوئی۔،،

جیسا کہ شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ نے بقلم خود نقل کیا ہے۔

اور حضرت عطاء بن ابی رباح کے اپنے قول کے مطابق ان کی ولادت سنہ ۲۶ ہجری کے ابتدائی ایام میں بنتی ہے، لہٰذا سنہ ۲۷ ہجری والا قول غیر معتبر ہے۔

<u>ثانیاً:</u> اگر سنہ ۲۷ ہجری میں ولادت والے قول کو معتبر تسلیم کرلیا جائے

تب بھی بشمول ۲۷ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات تک حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی عمر تقریباً سات سال بنتی ہے کیونکہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابھی دو سال باقی تھے جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ یعنی سنہ ۳۳ ہجری کے آخری ایام میں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابۃ" میں سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔

اور دوسرا قول واقدی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ۳۲ سنہ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ تو اس کے مطابق بھی ۲۷ سنہ والے قول کی رو سے تقریباً چھ سال عمر بنتی ہے جبکہ ۳۳ سنہ ھ کے آخر میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کی صورت میں حضرت عطاء بن ابی رباح کے اپنے قول کے مطابق ان کی عمر تقریباً آٹھ سال بنتی ہے۔

اور ۳۳ سنہ ھ میں وفات کا قول ہی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختار اور اصح ہے کیونکہ فصیح و بلیغ شخص کا ایک قول کو ترتیب ذکری میں مقدم کرنا اس کی ترجیح کی طرف اشارہ کرتا ہے جب تک اس کے خلاف پر قرینہ موجود نہ ہو۔

اور ۳۲ سنہ ھ میں وفات کی صورت میں ان کی عمر تقریباً سات سال بنتی ہے جبکہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سماع کے صحیح اور معتبر ہونے کے لیے پانچ سال عمر ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ تمیز کی عمر شرط ہے یعنی جب بچہ خطاب اور کلام کو سمجھ لے اور ضبط کر لے اور درست طریقہ پر جواب دے سکے تو اس کا سماع صحیح اور معتبر ہے اگرچہ اس کی عمر پانچ سال سے بھی کم ہو۔ جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر کی عبارت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور ابن حجر قدس سرہ العزیز نے اسی موقف اور نظریہ کو اصح قرار دیا ہے۔ اور یہ نظریہ واقعی طور پر اصح ہے اور محققین علمائے اعلام کا مختار ہے۔

توان حقائق واقعیہ کے باوجود حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی ولادت ۲۷ سنہ ھ میں ہونے کی وجہ سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کی نفی کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

ثالثاً: شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ العزیز نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق لکھا ہے:

"والاصح عند اصحاب الحدیث انه مات فی خلافة عثمان۔"

(الاصابة,662/4)

"کہ محدثین کے نزدیک زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرما گئے۔"

اور اس عبارت کے ساتھ علامہ عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا رد کیا ہے جو انہوں نے کہا ہے: "انه مات بعد صفین۔"

"کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے بعد فوت ہوئے ہیں۔"

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے کونسے سال میں ان کی وفات ہے؟ تو اس بارے میں دو قول نقل کئے ہیں:

(1) ۳۳ سنہ ھ کے آخری ایام میں، (2) ۳۲ سنہ ھ میں۔

(الاصابة،622/4)

اصل عبارت گزر چکی ہے۔ اور اس تاریخ تک حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی عمر کا بیان آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ جبکہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات خلافت صدیقی میں ہونے کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"و قال ابن سعد: مات بناحية الاردن فی خلافة عمر۔ والاول هو المعتمد و بمقتضاه جزم البخاری فقال: مات فی خلافة ابی بکر رضی اللہ عنہ"

(الاصابة فی تمییز الصحابة 288/5)

"اور ابن سعد نے کہا ہے: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اردن کے نواح میں وصال فرما گئے۔ اور پہلا قول (یعنی خلافت صدیقی میں وفات ہونا) معتمد علیہ ہے اور اسی کے مقتضیٰ کے مطابق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جزم کیا ہے۔ پس فرمایا: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پا گئے۔"

اقول: مقام حیرت ہے کہ یہ تمام حقائق شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بقلم خود بیان کیے ہیں لیکن اس کے باوجود توجہ ہٹ جانے سے وہ کچھ لکھ دیا جو سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ جب معتمد علیہ قول کے مطابق حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات خلافت صدیقی میں ہے اور حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی ولادت ان کے اپنے قول کے مطابق خلافت عثمانی کے دو سال گزرنے پر ہوئی ہے جبکہ ۲۷ھ والے قول کے مطابق خلافت عثمانی کے تیسرے سال میں ہوئی ہے تو اس سے واضح ہوا کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے وصال سے بارہ سال سے بھی زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ کی ولادت ہوئی ہے بالفاظ دیگر حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش سے بارہ سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا وصال ہو چکا تھا۔

جبکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت عطاء بن ابی رباح

قدس سرہ کی عمر تاریخ ولادت میں صحیح قول کے مطابق ۳۳ھ میں وفات کی صورت میں تقریباً آٹھ سال ہے اور ۳۲ھ میں وفات کی صورت میں تقریباً سات سال ہے۔اور ۲۷ھ میں ولادت کی صورت میں پہلے قول پر تقریباً سات سال تھی اور دوسرے قول پر تقریباً چھ سال تھی۔

اب حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ناممکن ہونے سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سماع ناممکن ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟ جبکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز بالیقین عقل وضبط اور تمیز کی عمر میں تھے۔لہٰذا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عطاء بن ابی رباح کا سماع ہرگز نہیں ہے لیکن حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کے انکار کا کوئی جواز نہیں۔وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے حدیث مذکور کا راوی:

حضرت عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو اپنے شیخ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے ساتھ کثیر الملازمۃ ہیں کم از کم سترہ سال ان کی خدمت میں رہے ہیں۔

"قال عبدالوھاب بن ھمام عن ابن جریج لزمت عطاء سبع عشرۃ سنۃ۔" (تھذیب التھذیب 358/6)

"عبدالوہاب بن ہمام، ابن جریج سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے سترہ سال عطاء بن ابی رباح کو لازم پکڑے رکھا۔"

اور اپنی عظیم استعداد و صلاحیت اور طویل زمانہ تک اپنے استاذ سے اقتباس علم کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں میں سب تلامذہ سے زیادہ لائق اعتماد ہو گئے۔

''قال طلحة بن عمر المکی قلت لعطاء من نسأل بعدك قال هذا الفتی ان عاش وقال عطاء شاب اهل الحجاز ابن جریج۔''

(تهذيب التهذيب, 358/6)

''طلحہ بن عمر مکی نے کہا میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز سے کہا: آپ کے (وصال کے) بعد ہم (دینی مسائل کے بارے میں) کس سے سوال کریں تو انہوں نے کہا: اس جوان (عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج) سے اگر وہ (میرے بعد) زندہ رہے۔

اور حضرت عطاء نے فرمایا: اہل حجاز کا جوان، ابن جریج ہے۔''

وقال علی بن المدینی نظرت فاذا الاسناد تدور علی ستة فذکرهم ثم قال فصار علم هولاء الی من صنف فی العلم منهم من اهل مکة عبد الملك بن جریج (الی ان قال) و قال علی بن المدینی عن یحییٰ بن سعید القطان ابن جریج اثبت فی نافع من مالك و قال احمد ابن جریج اثبت الناس فی عطاء۔'' (تهذيب التهذيب 358/6)

حضرت علی بن مدینی نے فرمایا: میں نے نظر کی تو اچانک اسناد چھ اشخاص پر دائر ہوتا ہے پھر ان کا ذکر کیا پھر فرمایا: ان چھ کا علم ان کی طرف منتقل ہوا جنہوں نے علم دین میں کتب تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے اہل مکہ سے عبد الملک بن جریج ہیں

(تا)اور حضرت علی بن مدینی نے حضرت یحییٰ بن سعید القطان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابن جریج حضرت نافع (کی روایات) میں امام مالک سے (بھی) اثبت ہیں اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن جریج، عطاء بن ابی رباح (کی روایات) میں تمام لوگوں سے اثبت ہے۔

"و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال کان من فقہاء اھل الحجاز و قرائھم و متقنیھم و کان یدلس۔" (تھذیب التھذیب 360/6)

"اور امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن جریج کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور فرمایا ہے: ابن جریج اہل حجاز کے فقہاء اور قراء اور متقنین سے ہیں اور تدلیس (بھی) کرتے تھے۔"

"عن ابن معین ثقة فی کل ما روی عنه من الکتاب و جعفر بن عبد الواحد عن یحیی بن سعید کان ابن جریج صدوقا فاذا قال حدثنی فھو سماع و اذا قال اخبرنی فھو قراءة و اذا قال قال فھو شبه الریح. و قال سلیمان بن النضر بن مخلد بن یزید ما رأیت اصدق لھجة من ابن جریج۔"

(تھذیب التھذیب 359/6)

"حضرت یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابن جریج ان تمام روایات میں ثقہ ہے جو کتاب سے ان سے مروی ہیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید نے فرمایا: ابن جریج صدوق ہے جب حدثنی کہے تو وہ سماع ہے اور جب اخبرنی کہے تو وہ قراءت ہے اور جب قال کہے تو ہوا کے مشابہ ہے۔ اور سلیمان بن نضر نے کہا: میں نے ابن جریج سے بڑھ کر زبان کا سچا آدمی نہیں

دیکھا۔،،

"وقال الذهلی وابن جریج اذا قال حدثنی وسمعت فهو محتج بحدیثه داخل فی الطبقة الاولی من اصحاب الزهری۔(تهذیب التهذیب 6/360)

"اور امام ذہلی نے کہا: ابن جریج جب حدثنی اور سمعت کہے تو اس کی حدیث کے ساتھ حجت اور دلیل پکڑی جائے گی۔اس صورت میں وہ اصحاب زہری سے طبقہ اولیٰ میں داخل ہے۔،،

علمائے اعلام اور ائمہ کرام کے یہ اقوال بطور نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ ابن جریج کی تعدیل اور اس پر ثنا میں دیگر ارشادات علماء کرام بھی کافی ہیں۔حاصل کلام یہ ہے کہ ائمہ اعلام کے نزدیک ابن جریج ثقہ صدوق اصدق لہجہ قاری فقیہ متقن اور حضرت نافع کی مرویات کے حوالے سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اثبت اور بالخصوص حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کی مرویات کے حوالے سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق تمام لوگوں سے اثبت ہے۔اور حضرت عطاء ابن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی نظر میں ان کے تمام تلامذہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں اس لیے انہوں نے اپنے بعد دینی مسائل میں ابن جریج کی طرف رجوع کرنے کی لوگوں کو ہدایت کی تھی ،حجاز مقدس کے مشاہیر فقہاء کرام سے ہیں۔

البتہ بعض اوقات تدلیس کی ہے اور بعض اوقات ضعیف راویوں سے روایت لی ہے۔اس لیے بعض ائمہ کرام نے فرمایا: جب ابن جریج "حدثنی اور سمعت کے ساتھ روایت کریں تو ان کی حدیث حجت اور دلیل ہے بخلاف اس کے کہ

جب "عن فلان" یا "قال فلان" کے ساتھ روایت کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مدلس جب "عن فلان" یا "قال فلان" کے ساتھ روایت کرے تو اس میں انقطاع کا احتمال ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے اتصال پر محمول نہیں کیا جاتا۔

امام شمس الدین ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"وقد كان شيخ الحرم بعد الصحابة: عطاء و مجاهد و خلفهما قيس بن سعد وابن جريج ثم تفرد بالامامة ابن جريج فدون العلم و حمل عنه الناس۔" (سير اعلام النبلاء 332/6)

"اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد شیخ الحرم حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت مجاہد رحمہما اللہ تھے اور ان کے بعد حضرت قیس بن سعد اور حضرت ابن جریج رحمہما اللہ تعالیٰ تھے پھر حضرت ابن جریج امامت کے ساتھ متفرد ہو گئے۔ پھر انہوں نے علم کو کتابی صورت میں مدون کیا اور لوگوں نے یہ عظیم نعمت ان سے حاصل کی۔"

"قال ابو عاصم النبيل: كان ابن جريج من العباد كان يصوم الدهر سوى ثلاثة ايام من الشهر۔" (سير اعلام النبلاء 333/6)

"ابو عاصم نبیل نے کہا: ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ عبادت گزار لوگوں سے تھے ہر ماہ میں تین دن چھوڑ کر ہمیشہ روزہ رکھتے۔"

"وروى اسماعيل بن عياش عن المثنى بن الصباح وغيره عن عطاء بن ابى رباح قال: سيد شباب اهل الحجاز ابن جريج۔"

(سير اعلام النبلاء 328/6)

"حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل حجاز کے جوانوں کا سردار

ابن جریج ہے۔،،

امام ذہبی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"قلت: و کان ابن جریج یروی الروایة بالاجازة والمناولة و یتوسع فی ذلک و من ثم دخل علیه الداخل فی روایته عن الزهری لانه حمل عنه مناولة (الی ان قال) قلت: الرجل فی نفسه ثقة حافظ لکنه یدلس بلفظة "عن" و "قال"۔،، (سیر اعلام النبلاء 6/331-332)

"میں کہتا ہوں: ابن جریج اجازت اور مناولہ (محدثین کی اصطلاحات ہیں) کے ساتھ (بھی) روایت کرتے تھے اور اس میں توسع کرتے تھے اسی وجہ سے زہری سے ان کی روایات میں ضعیف راوی (بھی) داخل ہو گئے ہیں اس لیے کہ وہ روایات انہوں نے زہری سے مناولۃً لی ہیں (تا) میں کہتا ہوں: یہ مرد فی نفسہ ثقہ، حافظ ہے لیکن لفظ "عن" اور "قال" کے ساتھ تدلیس کرتا ہے۔،،

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"حدث عن عطاء بن ابی رباح فاکثر وجود۔،،

(سیر اعلام النبلاء 6/326)

"عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ سے احادیث بیان کی ہیں تو بکثرت بیان کی ہیں اور جید اور عمدہ بیان کی ہیں،،

"و روی عبدالرزاق عن ابن جریج قال: اختلفت الی عطاء ثمانی عشرة سنة۔،، (سیر اعلام النبلاء 6/327)

"قال علی بن عبداللہ: لم یکن فی الارض احد اعلم بعطاء من ابن جریج۔" (سیر اعلام النبلاء 331/6)

"عظیم محدث عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز کی خدمت میں اٹھارہ سال حاضر ہوتا رہا

علی بن عبداللہ نے کہا: روئے زمین پر کوئی شخص ابن جریج سے زیادہ عطاء ابن ابی رباح کو جاننے والا نہیں۔"

"عن ابن جریج قال: لزمت عطاء ثمانی عشرۃ سنۃ۔"

(سیر اعلام النبلاء 87/5)

"ابن جریج نے فرمایا:

اٹھارہ سال میں نے عطاء بن ابی رباح کو لازم پکڑے رکھا۔"

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام ذہبی قدس سرہ العزیز جو نقدِ رجال میں بہت محتاط ہیں ان کے قلم سے ابن جریج قدس سرہ العزیز کے بارے میں دیگر علماء اعلام اور خود ان کے اپنے تاثرات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ عابد وزاہد ہونے کے ساتھ عظیم فقیہ اور شیخ حرم ہونے کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے اور حضرت عطاء بن ابی رباح کے ساتھ کثیر الملازمۃ تھے حتی کہ اٹھارہ سال ان کے ساتھ رہے۔ تہذیب التہذیب سے سترہ سال کی روایت گزر چکی ہے جبکہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ سال کی روایت بھی نقل کی ہے۔ فی نفسہٖ ان کے ثقہ اور حافظ ہونے کی تصریح بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ امام زہری سے اخذ کردہ روایات میں ضعیف راوی داخل ہونے کا سبب بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ حضرت عطاء بن ابی

رباح قدس سرہ العزیز کو سب سے زیادہ جاننے والے اور ان سے کثیر الروایت ہیں۔

وللہ الحمد

شبہ عظیمہ اور اس کا جواب:

شبہ: افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرفوع جو متعدد طرق سے نقل کی جاچکی ہے اسے ابن جریج قدس سرہ العزیز نے حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے "عن" کے ساتھ روایت کیا ہے اور "عن فلان" کے ساتھ روایت کی گئی ابن جریج کی حدیث حجت اور دلیل نہیں ہے۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

__اوّلاً:__ ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ جب صفاتِ مذکورہ سے موصوف و متصف ہیں تو لفظ "عن" کے ساتھ روایت کی ہوئی ان کی ہر حدیث کے حجت اور دلیل ہونے کی نفی علی الاطلاق کرنا درست نہیں ہے۔ حضرت امام ذہبی قدس سرہ العزیز نے ابن جریج کے ترجمہ میں اپنی سند کے ساتھ ابن جریج قدس سرہ العزیز سے ایک حدیث روایت کی ہے جسے ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے "عن" کے ساتھ روایت کیا ہے اسی کے باوجود امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تحت لکھا ہے: **ھذا حدیث جید الاسناد۔**

ملاحظہ فرمائیں:

"قرأت علی عمر بن عبد المنعم (الی ان قال) حدثنا محمد بن بکر

البرسانی عن ابن جریج عن ابن المنکدر عن ابی ایوب عن مسلمة بن مخلد قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "من ستر مسلما سترہ اللہ فی الدنیا والآخرة و من فك عن مکروب فك اللہ عنه كربة من كرب يوم القيامة ومن كان فی حاجة اخيه كان اللہ فی حاجته.

هذا حديث جيد الاسناد-"(سیر اعلام النبلاء 334/6)

ثانیا:امام ذہبی قدس سرہ العزیز حضرت سلیمان بن مہران کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

"سلیمان بن مهران الكاهلی الكوفی الاعمش ابو محمد احد الائمة الثقات عداده فی صغار التابعين. ما نقموا عليه الا التدليس (الی ان قال) فالاعمش عدل صادق ثبت صاحب سنة و قرآن يحسن الظن بمن يحدثه و يروی عنه ولا يمكننا ان نقطع عليه بان علم ضعف ذلك الذی يدلسه فان هذا حرام (الی ان قال)

قلت:و هو يدلس وربما دلس عن ضعيف ولا يدری به. فمتی قال حدثنا فلا كلام ومتی قال:"عن" تطرق اليه احتمال التدليس الا فی شيوخ له اكثر عنهم: كابراهيم وابن ابی وائل وابی صالح السمان فان روايته عن هذا الصنف محمولة علی الاتصال-"(میزان الاعتدال 316/3)

"سلیمان بن مہران کاہلی کوفی اعمش ابو محمد، ائمہ ثقات میں سے ایک ہیں ان کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔نقاد علماء نے ان پر صرف تدلیس کا طعن کیا ہے (تا) پس اعمش عدل، صادق، ثبت، صاحب سنت وقرآن ہیں۔اس شخص کے بارے میں

حسنِ ظن رکھتے جوانہیں حدیث بیان کرتا اور اس سے روایت کرتے۔اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم ان کے بارے میں قطعی اور یقینی یہ موقف اور رائے رکھیں کہ انہیں اس راوی کا ضعف معلوم تھا جس سے تدلیس کی ہے۔

اس لیے کہ راوی کے ضعف کا علم ہونے کے باوجود اس سے تدلیس کرنا تو حرام ہے(تا) میں کہتا ہوں: وہ تدلیس کرتے تھے اور بعض اوقات انہوں نے ضعیف راوی سے تدلیس کی ہے اور اسے نہ جانتے تھے۔پس جب حدثنا کہیں تو اس حدیث کے مقبول اور معتبر ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور جب "عن" کہیں تو تدلیس کا احتمال اس کی طرف راستہ پائے گا مگر ان کے ایسے شیوخ میں جن سے انہوں نے بکثرت احادیث روایت کی ہیں جیسے ابراہیم اور ابن ابی وائل اور ابو صالح سمان۔اس لیے کہ اس قسم کی شیوخ سے سلیمان بن مہران کی (لفظ عن کے ساتھ) روایت (بھی) اتصال پر محمول ہے۔"

حضرت امام ذہبی قدس سرہ العزیز کے اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جو راوی ثقات سے ہے عدل، صادق، ثبت، صاحب سنت وقرآن ہے اور اس پر طعن صرف تدلیس کرنے کا ہے تو وہ اپنے جن ثقہ شیوخ میں سے کثرت سے احادیث روایت کرتا ہے ان میں سے کسی سے "عن" کے ساتھ روایت کرے اسے اتصال پر محمول کیا جائے گا (تاوقتیکہ دلائل کے ساتھ اس کا خلاف ثابت ہو)۔

اور امام ابن جریج قدس سرہ العزیز جو مشاہیر فقہاء حجاز مقدس سے ہیں اور اپنے وقت میں شیخ الحرم ہونے کا اعزاز انہیں حاصل ہے ثقہ ثبت عدل، صاحب سنت وقرآن ہیں۔عبادت وریاضت میں بھی عظیم انسان تھے اور اہل مکہ میں سے سب

سے پہلے کتابی صورت میں تدوین علم کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے اور ان کے شیخ حضرت عطاء بن ابی رباح قدس سرہ العزیز وہ عظیم شخصیت ہیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد شیخ الحرم تھے اور ان کے ساتھ دوسرا صرف ایک بزرگ اس اعزاز سے مشرف ہے وہ ہیں حضرت مجاہد قدس سرہ العزیز۔ اور ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کثیر الملازمۃ مع الشیخ تھے حتی کہ انہوں نے سترہ یا اٹھارہ اور بعض روایات کے مطابق بیس سال اپنے عظیم شیخ اور استاذ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑے رکھا اور انہوں نے حضرت عطاء قدس سرہ العزیز سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں اور خوب اور جید بیان کی ہیں۔

تو حضرت سلیمان بن مہران قدس سرہ العزیز کے حق میں حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کی رو سے صفات میں اشتراک کی وجہ سے حضرت ابن جریج نے جو اپنے شیخ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث مذکور لفظ ''عن عطاء'' کے ساتھ روایت کی ہے وہ بھی اتصال پر محمول ہے جیسا کہ عن ابن جریج عن ابن المنکدر والی حدیث مذکور۔

وللہ الحمد۔

ثالثا: شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''وقال ابوبکر بن ابی خیثمۃ حدثنا ابراھیم بن عرعرۃ عن یحی بن سعید عن ابن جریج قال اذا قلت قال عطاء فانا سمعتہ منہ و ان لم اقل سمعت۔'' (تھذیب التھذیب 360/6)

''عظیم محدث ابوبکر بن ابی خیثمہ بواسطہ ابراہیم بن عرعرہ حضرت یحییٰ بن

سعید قدس سرہ العزیز سے راوی ہیں اور وہ اپنے شیخ اور استاذ حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جب میں کہوں: "قال عطاء" کہ عطاء بن ابی رباح نے کہا ہے (تو اس کے بعد جو حدیث یا اثر روایت کروں) تو میں نے عطاء بن ابی رباح سے وہ سنا ہے اگرچہ روایت کرتے وقت "سمعت" کہ میں نے سنا ہے، نہ کہوں۔"

ضروری تنبیہ: (الف)

اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ مدلس کا "عن فلان" اور "قال فلان" کے ساتھ روایت کرنا، دونوں کا ایک ہی حکم ہے جیسا کہ کتب اصول حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اور ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ اگر "قال عطاء" کے ساتھ روایت کریں تو وہ "سمعت عطاء" کہ میں نے عطاء سے سنا ہے، کی طرح ہے۔ اس لیے کہ ابن جریج نے خود تصریح کردی ہے۔ تو لامحالہ ابن جریج اگر "عن عطاء" کے ساتھ روایت کریں تو وہ بھی "سمعت عطاء" کے حکم میں ہے۔ جبکہ ابن جریج سمعت عطاء یا حدثنی یا اخبرنی عطاء کے ساتھ روایت کریں تو اس کے حجت اور دلیل ہونے پر اتفاق ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اس مختصر بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ امام ابن جریج قدس سرہ العزیز نے حدیث مذکور جو "عن عطاء" کے ساتھ روایت کی ہے وہ "سمعت عطاء بن ابی رباح" کے حکم میں ہے جو بلاشبہ حجت و دلیل ہے۔

وللہ الحمد۔

(ب)

لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن جریج کی اس تصریح کے راوی ان کے قابل صد فخر وہ شاگرد ہیں جن کی جلالت علمی، امانت، دیانت، صداقت و امامت پر تمام علمائے اعلام کا اجماع اور اتفاق ہے۔ یعنی حضرت یحییٰ بن سعید القطان رضی اللہ عنہ چند کلمات ان کی عظمت کے بارے میں،

"عن علی بن المدینی قال ما رأیت اعلم بالرجال من یحیی القطان۔"

حضرت علی بن مدینی نے فرمایا:

"راویان حدیث کو یحییٰ بن سعید القطان سے زیادہ جاننے والا کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا۔"

"قال عبداللہ بن احمد سمعت ابی یقول حدثنی یحیی القطان و ما رأت عینای مثلہ۔"

حضرت عبداللہ بن احمد نے فرمایا: میں نے اپنے والد کریم حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ العزیز سے سنا وہ فرما رہے تھے مجھے یحییٰ القطان نے حدیث بیان کی ہے اور میری آنکھوں نے ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔

"وقال احمد ایضا کان الیہ المنتہی فی التثبت بالبصرۃ۔"

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: بصرہ میں یحییٰ بن سعید القطان کی طرف تثبت میں منتہی ہے۔

"فاذا تکلم انصت لہ الفقہاء۔"

"جب یحییٰ بن سعید کلام کرتے تو ان کا کلام سننے کے لیے فقہاء کرام

خاموش ہوجاتے۔''

''و قال ابوداؤد عن یحیی بن معین اقام یحیی القطان عشرین سنة یختم القران فی کل لیلة۔''

''امام ابوداؤد نے حضرت یحیٰی بن معین قدس سرہ العزیز سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت یحیٰی بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ مسلسل بیس سال ہر رات قرآن کریم ختم کرتے رہے۔''

''قال ابن سعد کان ثقة مامونا رفیعا حجة۔''

''ابن سعد نے فرمایا: یحیٰی بن سعید ثقہ مامون، رفیع الشان، حجت ہیں۔''

''زاد ابن حبان و منه تعلم احمد و یحیی و علی و سائر ائمتنا۔''

''عظیم امام اور محدث ابن حبان نے فرمایا: حضرت یحیٰی بن سعید القطان سے حضرت امام احمد، حضرت امام یحیٰی بن معین اور حضرت امام علی بن مدینی اور ہمارے باقی ائمہ کرام نے علم حاصل کیا ہے۔''

''قال الخلیلی هو امام بلا مدافعة۔''

''امام خلیلی نے فرمایا: حضرت یحیٰی بن سعید وہ امام ہیں کہ ان کی امامت میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔''

''واحتج به الائمة کلهم و قالوا من ترکه یحیی ترکناه۔''

''اور تمام ائمہ کرام نے انہیں حجت تسلیم کیا ہے اور فرمایا ہے جس راوی کو حضرت یحیٰی بن سعید القطان نے چھوڑ دیا اور اس سے روایت نہیں لی اسے ہم نے بھی ترک کر دیا۔'' (تہذیب التہذیب 11/191-192)

حضرت یحییٰ بن سعید القطان قدس سرہ العزیز کی جلالت علمی وعملی کی یہ ایک جھلک ہے جو آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اور یہ عظیم امام اپنے شیخ حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز سے ان کے قول مذکور کے راوی ہیں۔

اور شیخ بھی وہ عظیم انسان ہیں جن کے ترجمہ کا آغاز امام ذہبی قدس سرہ العزیز نے یوں فرمایا ہے۔

''ابن جریج عبدالملك بن عبدالعزيز بن جريج الامام العلامة الحافظ شيخ الحرم ابو خالد و ابوالوليد القرشي الاموي المكي صاحب التصانيف واول من دون العلم بمكة۔'' (سیر اعلام النبلاء 6/325-326)

بفضلہٖ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مذکور امام ابن جریج کے ''عن عطاء'' کے ساتھ روایت کرنے کی وجہ سے اس کے حجت ودلیل ہونے کی نفی کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

فائدہ جلیلہ نمبر 1:

امام ابن جریج قدس سرہ کے قول مذکور: اذا قلت :قال عطاء فانا سمعته منه وان لم اقل سمعت۔

میں عطاء سے مراد صرف اور صرف حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ ہی متعین ہیں عطاء خراسانی ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت یحییٰ بن سعید القطان نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عطاء خراسانی سے ابن جریج کا مشافہۃً سماع نہیں ہے بلکہ عطاء نے انہیں کتاب دی تھی (اور روایت کی اجازت دی) (تہذیب التہذیب)

اور نہ ہی عطاء بن السائب مراد ہیں بلکہ صرف وہی شیخ مراد ہیں جن کی خدمت میں سترہ اٹھارہ سال رہے ہیں۔ اس امر میں اہل علم سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ والحمد للہ

فائدہ جلیلہ نمبر 2:

جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز تک اصول روایت کی روشنی میں حدیث مذکور پر طعن کی کوئی وجہ ثابت نہ ہو سکی تو بحمدہ تعالیٰ حدیث مذکور کا حجت اور دلیل ہونا واضح ہو گیا اس لیے کہ ابن جریج قدس سرہ العزیز سے روایت کرنے والے رجال تو کافی تعداد میں ہیں اور اس طرح نیچے ہر مرحلہ اور ہر درجہ میں راویوں میں مزید اضافہ ہے جیسا کہ کتب احادیث میں ائمہ اعلام کی اسانید سے واضح ہے۔

لہٰذا ابن جریج قدس سرہ العزیز سے روایت کرنے والوں میں اگر کوئی راوی ضعیف بھی ہو تو کثرت طرق اور تعدد اسانید کی وجہ سے اس ضعف کا تدارک اور تلافی ہو جانا اصول حدیث کے ضوابط کے مطابق فی الجملہ ایک ضروری امر ہے۔ جبکہ نفس الامری صورتحال یہ ہے کہ ابن جریج قدس سرہ العزیز سے روایت کرنے والوں میں متعدد ثقہ راوی ہیں۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

شبہ:

ابن جریج اباحت متعہ کے قائل تھے۔

جواب:

ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اباحت متعہ کے موقف سے رجوع کرلیا تھا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رجوع کرلیا تھا۔ ملاحظہ کریں:
شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

وقد نقل ابو عوانة فی صحیحه عن ابن جریج انه رجع عنها بعد ان روی بالبصرة فی اباحتها ثمانية عشر حديثا (فتح الباری، ج 9 ص 216)
امام ابوعوانہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں ابن جریج سے ضرور نقل کیا ہے کہ انہوں نے اباحت متعہ کے موقف سے رجوع کرلیا تھا، اس کے بعد کہ انہوں نے بصرہ میں اس کی اباحت میں اٹھارہ احادیث روایت کرنے کا حوالہ دیا۔،،
عظیم امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۱۶ھ رقمطراز ہیں:

حدثنا محمد بن اسحاق الصغانی ویحیی بن ابی طالب قالا حدثنا عبد الوهاب بن عطاء قال انبأ عبد الملك بن جريج (الى ان قال) حتى اذا كان يوم التروية قام النبی ﷺ بين الحجر والركن فقال الا انی كنت امرتكم بهذه المتعة وان الله قد حرمها الى يوم القيامة الحديث

قال ابن جريج يومئذ اشهدوا انی قد رجعت عنها بعد ثمانية عشر حديثا اروی فيها لا بأس بها

(حدیث 4087۔مسند ابی عوانۃ 31/3۔مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت،لبنان)

(حدیث 3313۔مسند ابی عوانۃ 279/2۔دارالکتب العلمیہ بیروت،لبنان)

امام ابوعوانہ قدس سرہ العزیز نے نقل فرمایا ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کیساتھ حضرت سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی جس میں حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے متعہ کے بارے میں ایک موقع پر رخصت کا ذکر ہے پھر اسی حدیث کی آخر میں صراحت ہے کہ: حتی کہ جب یوم الترویہ (آٹھویں ذوالحجہ) ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ حجر اور رکن کے درمیان کھڑے ہوئے پس فرمایا: خبردار بے شک میں نے تم کو اس متعہ کا امر کیا تھا (یعنی رخصت دی تھی) اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور حرام کردیا ہے قیامت کے دن تک، تا آخر۔

(اس حدیث کو مکمل بیان کرنے کے بعد) ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کہا: تم گواہ ہوجاؤ کہ بے شک میں نے ضرور رجوع کرلیا ہے اباحتِ متعہ (کے موقف اور نظریہ) سے، اٹھارہ احادیث کے بعد جو میں اس کی اباحت کے بارے میں روایت کرتا ہوں۔''

ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے اس تصریح کے بعد قول مذکور کی بنیاد پر طعن کا کوئی جواز نہیں ہے۔وللہ الحمد

شبہ:

عن مالك بن انس قال: كان ابن جريج حاطب ليل

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن جریج حاطب لیل یعنی رطب و یابس جمع کرنیوالے تھے۔

جواب:

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کے بارے میں جلیل القدر ائمہ اعلام کے ارشادات سے روز روشن کیطرح واضح ہے کہ اس طرح کے اقوال نفس الامری طور پر ثابت نہیں ہیں یا غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ابن جریج کو مرویات نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اثبت قرار دیا ہے۔تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں حاطب لیل کیسے قرار دے سکتے ہیں، ملاحظہ کریں، امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

قال علی: سألت یحیی بن سعید: من اثبت من اصحاب نافع؟ قال: ایوب، وعبیداللہ، ومالك، وابن جریج اثبت من مالك فی نافع۔

(سیر اعلام النبلاء ج6، ص328)

حضرت علی بن مدینی نے فرمایا: میں نے حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: اصحاب نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے اثبت کون لوگ ہیں تو انہوں نے فرمایا: ایوب اور عبیداللہ اور (امام) مالک، اور ابن جریج حضرت نافع (مولیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (کی مرویات کے بارے) میں (امام) مالک سے بھی اثبت ہیں۔

"روی صالح ابن احمد بن حنبل عن ابیه قال: عمرو بن دینار، وابن جریج اثبت الناس فی عطاء" (سیر اعلام النبلاء ج6، ص328)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت عمرو بن دینار قدس سرہ العزیز نے فرمایا: حضرت عطاء بن ابی رباح (کی مرویات کے بارے) میں ابن جریج تمام لوگوں سے اثبت ہیں۔" وللہ الحمد

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث مذکور کا راوی عبداللہ بن سفیان الواسطی ہے:

فضائل الصحابۃ سے منقول حدیث مذکور کی پہلی روایت میں حضرت ابن جریج سے حدیث مذکور کا راوی عبداللہ بن سفیان الواسطی ہے۔

اس کے بارے میں امام ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''عبداللہ بن سفیان الخزاعی الواسطی، عن یحیی بن سعید الانصاری قال العقیلی: لا یتابع علی حدیثہ۔'' (میزان الاعتدال، 109/4)

اور شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی نقل کیا ہے۔

ملاحظہ کریں (لسان المیزان 291/3)

''عبداللہ بن سفیان خزاعی واسطی، یحییٰ بن سعید انصاری سے روایت کرتا ہے، امام عقیلی نے فرمایا: اس کی حدیث پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔''

اس پر جرح کے بیان میں دونوں نقاد ائمہ کرام نے اس کے علاوہ جرح کا کوئی دوسرا سبب نقل نہیں کیا جس سے ظاہر یہی ہے کہ عبداللہ بن سفیان واسطی میں یہی ضعف ہے۔

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے امام عقیلی کا قول: لا یتابع علی حدیثہ، عبداللہ بن سفیان واسطی کے غالب حال کا بیان ہے۔ اس لیے کہ حدیث مذکور پر بلاشبہ متابعت تامہ بلکہ متابعات تامہ موجود ہیں کیونکہ ابن جریج قدس سرہ العزیز سے حدیث مذکور متعدد راویوں نے روایت کی ہے جن میں ثقہ راوی بھی موجود ہیں جبکہ متابعت میں تو راوی کا ثقہ ہونا بھی شرط نہیں ہے، کما لا یخفی علی خادم الکتب۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس مختصر بیان سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حدیث مذکور کے حجت اور دلیل ہونے پر عبداللہ بن سفیان واسطی کا ضعف اثر انداز نہیں ہے اس لیے کہ اس کے ضعف کی علت اس مقام پر نہیں پائی گئی۔ اس کے ضعف کی وجہ سے جو کمی اور قصور تھا اس کی تلافی ہوگئی ہے۔ وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

<u>حدیث مذکور کا پانچواں راوی:</u>

عبداللہ بن سفیان واسطی سے حدیث مذکور کا راوی وہب بن بقیہ واسطی ابومحمد المعروف بوہبان ہے۔ یہ ثقہ راوی ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر رقمطراز ہیں:

"قال هاشم بن مرثد عن ابن معين وهبان ثقة الا انه سمع وهو صغير وقال الخطيب كان ثقة ذكره ابن حبان في الثقات (الى ان قال) قلت: وقال مسلمة واسطي ثقة۔" (تهذيب التهذيب 11/140-141)

"ہاشم بن مرثد نے حضرت امام یحییٰ بن معین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہبان ثقہ ہے مگر یہ بات ہے کہ اس نے سماع اس حال میں کیا کہ چھوٹے تھے۔

اور خطیب بغدادی نے فرمایا:

وہب بن بقیہ ثقہ ہے ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(ت) اور میں کہتا ہوں: مسلمہ نے فرمایا: وہب بن بقیہ واسطی ثقہ ہے۔"

حدیث مذکور کا چھٹا راوی:

وہب بن بقیہ واسطی سے حدیث مذکور کا راوی احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی ہے جو کہ ثقہ راوی ہے۔ دارقطنی، خطیب بغدادی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

امام ذہبی اور ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی مشھور۔ وثقه الدارقطنی"
(میزان الاعتدال 226/1)

احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی مشھور۔ وثقه الدارقطنی قال (الیٰ ان قال) قال الخطیب: احمد بن الحسن بن عبد الجبار بن راشد ابو عبد الله الصوفی (الی ان قال) وکان ثقة۔" (لسان المیزان 151/1-152)

"احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی، مشہور ہے۔ امام دارقطنی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے

(تا) خطیب بغدادی نے فرمایا: احمد بن حسن بن عبدالجبار بن راشد ابوعبداللہ صوفی (تا) ثقہ تھے۔"

حدیث مذکور کا ساتواں راوی

احمد بن حسن بن عبدالجبار سے حدیث مذکور کا راوی ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی ہے، جو امام بن امام حضرت عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ سے "فضائل الصحابۃ" کا راوی ہے جو کہ صدوق، ثقہ، مامون مقبول ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"احمد بن جعفر بن حمدان ابو بکر القطیعی۔ صدوق فی نفسه مقبول۔

تغیر قلیلا۔

قال الخطیب: لم نر احدا ترك الاحتجاج به. و قال الحاکم: ثقة مامون، (میزان الاعتدال 221/1)

''احمد بن جعفر بن حمدان ابوبکر القطیعی، فی نفسہ صدوق اور مقبول ہے۔ آخری عمر میں معمول سی تبدیلی آئی (کہ استحضار کچھ متاثر ہو گیا تھا)۔ خطیب بغدادی نے فرمایا: ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے احمد بن جعفر کے ساتھ حجت پکڑنا ترک کر دیا ہو۔ اور حاکم نے فرمایا: احمد بن جعفر ثقہ مامون ہے۔،،

بفضلہ تعالیٰ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث کی ایک سند کی فنی حیثیت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ایک کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں اور بعض تو مشاہیر فقہاء اور ائمہ اعلام اور شیوخ حرم سے ہیں۔ اور ایک راوی جس میں ضعف ہے اس کے ضعف کی علت اس حدیث کی روایت میں قطعا موجود نہیں ہے۔

''اور احمد بن جعفر اور احمد بن حسن اور وہب بن بقیہ نے حدثنا کے ساتھ روایت کی ہے اور عبداللہ بن سفیان نے اگرچہ لفظ عن کے ساتھ روایت کی ہے لیکن وہ مدلس نہیں ہے۔ اور ابن جریج نے عن عطاء کے ساتھ روایت کی ہے جو ''قال عطاء،، کے ساتھ روایت کرنے کی مثل ہے اور ابن جریج کا ''قال عطاء،، کے ساتھ روایت کرنا ''سمعت عطاء،، کے ساتھ روایت کرنے کے حکم میں ہے جیسا کہ ابن جریج کی تصریح گزر چکی ہے اور حضرت عطاء بن ابی رباح کا ''عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ،، کے ساتھ روایت کرنا ہرگز موجب طعن نہیں ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اس مختصر بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ اس حدیث

کے تمام راوی متصل ہیں کہیں انقطاع ہرگز نہیں ہے۔ وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

حدیث مذکور کی دوسری روایت کی سند پر اجمالی نظر:

فضائل الصحابۃ سے منقول حدیث مذکور کی دوسری روایت کے راویوں میں سے تین حضرات سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، ابن جریج رحمہا اللہ تعالیٰ کا تعارف پیش کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ تو صرف تحصیل برکت کے لیے تھا ورنہ اہل سنت کے نزدیک حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت میں کلام نہیں ہے بلکہ باجماع اہل سنت تمام صحابہ کرام عدول ہیں۔

اور ابن جریج قدس سرہ العزیز تک سند درج ذیل ہے:

"حدثنا جعفر بن محمد الفریابی قثنا محمد بن مصفی الحمصی قثنا بقیۃ بن الولید عن ابن جریج۔"

اور شروع میں راویٔ کتاب ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان القطیعی ہے۔ راوی کتاب کے بارے میں ائمہ اعلام کی توثیق کا بیان قریب ہی گزر چکا ہے۔

جعفر بن محمد الفریابی بھی ثقہ، امین، حجت ہے۔ محمد بن مصفی الحمصی حافظ صدوق ثقہ مشہور ہے۔ بعض اہل علم نے انہیں مدلس کہا ہے لیکن تدلیس اس مقام پر اثر انداز ہرگز نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ اس نے پہلے دونوں راویوں کی طرح حدثنا کے ساتھ روایت کی ہے۔

بقیہ بن ولید کے بارے میں کثیر ائمہ اعلام ماہرین نقاد حضرات امام ابوزرعہ

امام یحییٰ بن معین امام ابن حبان وابن سعد وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات ہیں کہ بقیہ بن ولید جب ثقات سے روایت کرے تو ثقہ مامون ہے۔

(تھذیب التھذیب 1/416تا418)

شبہ: اہل علم نے اس کے مدلس ہونے کی تصریح بھی کی ہے لہذا جب "عن" کے ساتھ روایت کرے تو اس کی روایت میں انقطاع کا احتمال ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے حجت اور دلیل نہیں ہے۔

الجواب:

اقول بتوفیق اللہ تعالیٰ:

جب سند مذکور کے باقی تمام راوی ثقہ اور متصل ہیں (عن عطاء عن ابی الدرداء کی وضاحت گزر چکی ہے) اور بقیہ بن ولید بھی ثقات اور معروفین سے روایت کرنے کی صورت میں ثقہ مامون ہے۔ تو اس جگہ اس کا "عن ابن جریج" کے ساتھ روایت کرنا اصل متن حدیث کے حجت اور دلیل ہونے پر اثر انداز ہرگز نہیں ہوسکتا اس لیے کہ حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز سے روایت کرنے میں بقیہ بن ولید متفرد نہیں ہے بلکہ متعدد اشخاص نے روایت کی ہے جن میں ثقہ غیر مدلس بھی ہیں۔

اور اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ ایک حدیث جو متعدد طرق اور اسانید کے ساتھ مروی ہے اس کی کسی سند میں ضعف آنے سے متن حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا بلکہ یہ سند بھی دیگر اسانید کے لیے تائید وتقویت کا موجب ہوگی۔

وللہ الحمد۔

حدیث مذکور کی تیسری روایت کی سند پر اجمالی نظر:

فضائل الصحابۃ سے منقول حدیث مذکور کی تیسری روایت کی سند درج ذیل ہے:

"حدثنا علی قال: نا عبداللہ بن عبدالمؤمن نا عمر بن یونس الیمامی ابو حفص قثنا ابوبکر عن ابن جریج الخ" (فضائل الصحابۃ 431/1)

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

سند مذکور میں حضرت ابن جریج قدس سرہ العزیز سے راوی "ابوبکر" متعین نہیں ہوسکا، باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

پہلا راوی علی بن الحسن القطیعی ہے، دوسرا عبداللہ بن عبدالمؤمن الواسطی ہے، تیسرا عمر بن یونس الیمامی ہے۔

علی بن الحسن القطیعی کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا:

"کان ثقة" (تاریخ بغداد)

عبداللہ بن عبدالمؤمن الواسطی کے ترجمہ میں شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔" (تھذیب التھذیب 266/5)

اور حضرت امام ذہبی نے بھی انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

اور عمر بن یونس الیمامی کے ترجمہ میں ابن حجر قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے:

قال احمد ثقة ولم اسمع منه وقال ابن معین والنسائی ثقة وذکرہ ابن حبان فی الثقات (الی ان قال) وقال اسماعیل بن اسحاق القاضی فی کتاب

احکام القرآن ثنا علی هو ابن المدینی ثنا عمر بن یونس الیمامی و کان ثقة ثبتا ووثقه ابوبکر البزار۔،، (تہذیب التہذیب 446/7)

''حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

عمر بن یونس الیمامی ثقہ ہے لیکن میں اس سے (حدیث کا) سماع نہیں کر سکا۔ اور امام یحییٰ بن معین اور امام نسائی رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عمر بن یونس الیمامی ثقہ ہے، اور امام ابن حبان قدس سرہ العزیز نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے (تا) اور اسماعیل بن اسحاق قاضی نے کتاب احکام القرآن میں کہا: ہمیں علی (وہ ابن المدینی ہیں) نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن یونس الیمامی نے حدیث بیان کی اور عمر بن یونس الیمامی ثقہ ثبت تھے اور ابوبکر البزار نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔،،

نیز ابوبکر سے نیچے تمام راویوں نے 'حدثنا' کے ساتھ حدیث روایت کی ہے جو اتصال پر نص ہے انقطاع کا احتمال بھی نہیں ہے۔

تنبیہ: فقیر راقم الحروف نے علی بن الحسن القطیعی کو پہلا راوی قرار دیا ہے تو اس سے فقیر کی مراد راوی کتاب کے بعد پہلا راوی ہے۔

حدیث مذکور کی چوتھی روایت کی سند پر اجمالی نظر:

حدثنا عمر بن یونس الیمامی ثنا ابو سعید المکری عن ابن جریج عن عطاء عن ابی الدرداء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

''ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل۔او: خیر۔من ابی بکر الا ان یکون نبی۔ (المنتخب من مسند عبد بن حمید الجزء الاول ص 200)

بحمد اللہ تعالیٰ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

1: پہلا راوی عبدالحمید بن حمید بن نصر الکشی صاحب مسند ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''عبد بن حمید بن نصر الکشی ابو محمد (الی ان قال) وقال ابو حاتم بن حبان فی الثقات عبدالحمید بن حمید بن نصر الکشی وھو الذی یقال له عبد بن حمید وکان ممن جمع وصنف ومات سنة تسع وار بعین ومائتین۔''
(تھذیب التھذیب 403-402/6)

''عبد بن حمید بن نصر الکشی ابو محمد (تا) اور ابو حاتم بن حبان قدس سرہ نے کتاب الثقات میں فرمایا:

''عبدالحمید بن حمید بن نصر الکشی اور یہ وہی صاحب ہیں جنہیں ''عبد بن حمید'' کہا جاتا ہے۔ اور یہ ان علمائے اعلام سے ہیں جنہیں جمع علوم اور تصنیف کتب کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ سنہ 249 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔''

ضروری تنبیہ:

ظاہر یہی ہے کہ تاریخ الخلفاء میں جو عبدالرحمن بن حمید لکھا ہے اس سے مراد عبدالحمید بن حمید ہی ہیں اور عبدالرحمن لکھا جانے کا سبب واللہ تعالیٰ اعلم ان کے نام میں دوسرا قول ہے یا تسامح یا زلتِ ناسخ ہے۔

2: دوسرا راوی عمر بن یونس الیمامی ہے اس کی توثیق گزشتہ سند کے رجال میں گزر چکی ہے۔

3: تیسرا راوی ابو سعید البکری: ابان بن تغلب بن رباح ابو سعید الجریری

الربعی الکوفی البکری ہے۔

اس کی کنیت کے بارے میں تین قول ہیں۔

علامہ خیر الدین الزرکلی رقمطراز ہیں:

"ابان بن تغلب بن رباح البکری الجریری بالولاء، ابوسعید: قاری لغوی من غلاۃ الشیعۃ من اھل الکوفۃ کان جدہ رباح مولی لجریر بن عباد البکری (من بکر بن وائل) فنسب الیہ۔ من کتبہ "غریب القران" ولعلہ اول من صنف فی ھذا الموضوع۔ و "القراآت" و "صفین" و "الفضائل" و "معانی القرآن"۔" (الاعلام الجزء الاول، صفحہ 26-27)

عظیم فاضل و مؤرخ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ رقمطراز ہیں:

غریب القرآن۔ افرد التالیف فیہ جماعۃ غیر ماذکر ابن الاثیر منھم ابوالحسن سعید بن مسعدۃ (الی ان قال) وابان بن تغلب بن رباح ابوسعید البکری المتوفی سنۃ (۱۴۱) احدی واربعین ومائۃ۔"

(کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، المجلد الثانی 1207)

علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رقمطراز ہیں:

"ابان بن تغلب بن رباح الجُریری بالجیم، ابوسعد الربعی الکوفی البکری مولی بنی جُریر بن عباد (الی ان قال) قال یاقوت: ذکرہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی فی مصنفی الامامیۃ فقال: ھو جلیل القدر ثقۃ عظیم المنزلۃ فی اصحابنا (الی ان قال) روی لہ مسلم والاربعۃ و قال شمس الدین: ھو صدوق موثق۔" (کتاب الوافی بالوفیات، الجزء الخامس، ص 199)

امام جمال الدین یوسف المزی رقمطراز ہیں:

''ابان بن تغلب الربعی ابوسعد الکوفی القاری روی عن جعفر بن محمد الصادق (الی ان قال)

قال عبداللہ بن احمد بن حنبل عن ابیہ، واسحاق بن منصور عن یحیی بن معین وابو حاتم والنسائی: ثقة۔

زاد ابو حاتم: صالح ۔(الی ان قال) و قال ابو احمد بن عدی: له احادیث ونسخ وعامتها مستقیمة اذا روی عنه ثقة۔

وهو من اهل الصدق فی الروایات ۔وان کان مذهبه مذهب الشیعة وهو معروف فی الکوفیین وقد روی نحوا من مئة حدیث وهو فی الروایة صالح لا باس به۔

قال ابوبکر احمد بن علی بن منجویه :مات سنة احدی واربعین و مئة ۔روی له الجماعة الا البخاری۔'' (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال 2/6-7-8)

علامہ علاء الدین مغلطائی رقمطراز ہیں:

''ابان بن تغلب ابوسعد الربعی النحوی۔

خرج ابن حبان حدیثه فی "صحیحه" بعد ذکره ایاه فی کتاب "الثقات" ولما خرج الحاکم حدیثه فی "مستدرکه" قال: کان قاص الشیعة، وهو ثقة، وذکره فی کتاب "علوم الحدیث" فی جملة الثقات ایضا۔

وقال ابن عدی، وقول الجوزجانی فیه: انه کان یغلو فی التشیع، لم یرد به ضعفاً فی الروایة (الی ان قال) وقال محمد بن سعد کاتب الواقدی: توفی فی خلافة ابی جعفر، وعیسی بن موسی والٍ علی الکوفة، وکان ثقة۔

وذکر الحافظ ابوحفص بن شاهین فی جملة الثقات تالیفه (الی ان قال) قال ابن عجلان ثنا ابان بن تغلب، رجل من اهل العراق ثم النساك، ثقة دل شعبة علی الحدیث وحمله الیه وافاده۔

(اکمال تهذیب الکمال فی اسماء الرجال 1/157-158)

امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی رقمطراز ہیں:

''ابان بن تغلب ابوسعد الربعی الکوفی القاری احد الائمة۔

قلت: تلقن القرآن من الاعمش وعرض علی طلحة بن مصرف و عاصم بن بهدلة، وقیل: کنیته: ابو امیة۔

قال روی عن: الحکم بن عتیبة وعکرمة وعدی بن ثابت وابی اسحاق وابی جعفر الباقر وفضیل بن عمرو والمنهال بن عمرو وجماعة۔

وعنه: شعبة وابن مبارك وسفیان بن عیینة وحماد بن زید وابو معاویة وخلق۔

وثقه احمد وابن معین وابو حاتم، وقال الجوز جانی: زائغ، مذموم المذهب ومجاهر۔

و قال ابن عدی: هو من اهل الصدق، و ان کان مذهبه مذهب الشیعة۔'' (تذهیب تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، 1/217-218)

نیز شیخ الاسلام امام شمس الدین ذہبی رقمطراز ہیں:

''ابان بن تغلب:

الامام المقری ابوسعد وقیل ابو امیة الربعی الکوفی الشیعی (الی ان قال) وهو صدوق فی نفسه، عالم کبیر، وبدعته خفیفة، لایتعرض للکبار، و

حدیثہ یکون نحو المئۃ۔" (سیر اعلام النبلاء 6-308)

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

ابان بن تغلب الربعی ابو سعد الکوفی۔ (الی ان قال) قال احمد و یحیی و ابو حاتم والنسائی ثقۃ۔ زاد ابو حاتم و قال الجوزجانی زائغ مذموم المذھب مجاھر۔ و قال ابوبکر بن منجویہ مات سنۃ (141) و قال ابن عدی لہ نسخ عامتھا مستقیمۃ اذا روی عنہ ثقۃ وھو من اھل الصدق فی الروایات و ان کان مذھبہ مذھب الشیعۃ وھو فی الروایۃ صالح لا باس بہ۔

قلت: ھذا قول منصف و اما الجوزجانی فلا عبرۃ بحطہ علی الکوفیین۔" (تھذیب التھذیب الجزء الاول، ص81)

نوٹ: تہذیب التہذیب کے جس نسخہ سے راقم الحروف نے عبارت نقل کی ہے اس میں عبارت منقولہ میں کتابت کی غلطی سے "مات سنۃ (141)" کی جگہ "مات سنۃ" (241) لکھا ہوا ہے۔

<u>خلاصہ عبارات منقولہ:</u>

ابان بن تغلب بن رباح ابو سعید البکری جو کہ اکثر کتب اسماء الرجال میں ابو سعد الربعی الکوفی سے متعارف ہے اور بعض میں ابو سعید البکری سے، اگرچہ اہل تشیع سے ہے لیکن فی نفسہ صدوق، عالم کبیر، اور روایت حدیث میں اہلِ صدق سے ہونے کی وجہ سے ائمہ اہل سنت نے جب اسے ثقہ پایا تو اس کی روایات کو قبول کیا ہے اور اس کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ ائمہ اعلام حضرات شعبہ، عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ جیسے اکابر نے اس سے احادیث روایت کی ہیں۔

ائمہ کبار، ماہرین نقاد حضرات امام احمد بن حنبل امام یحییٰ بن معین امام ابو حاتم، امام نسائی، امام ابن حبان، ابن عدی، محمد بن سعد، ابن عجلان، ابن شاہین وغیرہم من الائمہ الاعلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی توثیق کی ہے جسے متعدد ائمہ اعلام نے نقل کیا ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور اگر کسی نے اس کے مسلک کی وجہ سے طعن کیا ہے جیسے جوزجانی، تو علمائے اعلام نے اس پر تنقید کی ہے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تہذیب التہذیب میں۔

اور بعض نے اس طعن کا محمل واضح کیا ہے جیسا کہ ابن عدی نے جوزجانی کے قول کے بارے میں لکھا:

لم یرد به ضعفاً فی الروایة۔ کہ جوزجانی کے طعن سے ابان بن تغلب کا روایت میں ضعف مرادنہیں ہے۔،،

اوران ائمہ اعلام میں سے کسی نے ابان بن تغلب کے مدلس ہونے کا دعوی بھی نہیں کیا جس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہمارے اسلاف کرام ائمہ اعلام کی تحقیق کے مطابق ابان بن تغلب، مدلس ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت ابن جریج سے اس کا ''عن'' کے ساتھ روایت کرنا کسی طعن کا موجب نہیں ہے بلکہ اتصال پر محمول ہے۔ وللہ الحمد

چوتھا راوی ابن جریج اور پانچواں راوی عطاء بن ابی رباح اور چھٹا راوی حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ)

حضرات صحابہ کرام کی عدالت میں کلام ہی نہیں ہے تمام اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عدول ہیں اور حضرت عطاء بن

ابی رباح اور حضرت ابن جریج رحمہما اللہ کی شخصیت کا تعارف گزر چکا ہے کہ دونوں حضرات ائمہ اعلام اور ثقات سے ہیں۔

نتیجہ کلام:

پہلے ثقہ راوی حضرت عبد بن حمید صاحب مسند اور دوسرے ثقہ راوی حضرت عمر بن یونس الیمامی نے "حدثنا" کے ساتھ حدیث روایت کی ہے اور تیسرے ثقہ راوی ابان بن تغلب ابوسعید البکری نے لفظ "عن" کے ساتھ روایت کی ہے لیکن وہ مدلس نہیں ہے اس لیے علم اصول حدیث کے ضابطہ کے مطابق اس کا "عن" کے ساتھ روایت کرنا اتصال پر محمول ہے۔ اور ان سے اوپر والے رجال کے بارے میں تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حدیث مذکور کی مسند عبد بن حمید سے منقول سند مذکور کے تمام راوی ثقہ اور متصل ہیں جبکہ یہ حدیث شاذ اور معلل بھی نہیں ہے۔

اور فضائل الصحابۃ کی پہلی سند میں ایک کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں اور ایک راوی جس میں ضعف ہے اس کے ضعف کی علت اس حدیث کی روایت میں ہرگز موجود نہیں ہے۔

اور اس سند میں بھی تمام راوی متصل ہیں۔

اور فضائل الصحابۃ کی دوسری سند میں بقیہ بن ولید کے سوا تمام راوی ثقہ اور متصل ہیں اور بقیہ بن ولید بھی ثقات اور معروفین سے روایت کرنے کی صورت

میں ثقہ مامون ہے۔ البتہ یہ مدلس ہے اور اس نے حضرت ابن جریج سے "عن" کے ساتھ روایت کی ہے جس کی وجہ سے انقطاع کا احتمال موجود ہے۔ لیکن ابن جریج سے روایت کرنے میں بقیہ بن ولید متفرد نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ ثقہ اور غیر مدلس اشخاص نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے، لہٰذا تعدد طرق حدیث کے سبب، اس کی تدلیس کی وجہ سے سند میں پائے جانے والے ضعف کا تدارک اور تلافی ہوگئی ہے۔ وللہ الحمد

فضائل الصحابۃ کی تیسری سند میں ابوبکر کا تعین نہیں ہو سکا اور اس کے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام نور الدین علی ابن ابی بکر الہیثمی نے فرمایا:

"رواہ الطبرانی وفیہ بقیہ وھو مدلس وبقیہ رجالہ وثقوا"

(مجمع الزوائد، 24/9)

"امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی سند میں بقیہ بن ولید ہے اور وہ مدلس ہے اور اس کے باقی تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے"

جبکہ ائمہ اعلام کی تصریحات کے مطابق ثقات سے روایت کرنے کی صورت میں بقیہ بھی ثقہ مامون ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے قطع نظر دیگر اسانید سے صرف اسانید مذکورہ کی رو سے ہی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مذکور بلا شک وشبہ حدیث صحیح ہے۔

اور حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز نے جو نقل کیا ہے کہ:

"وقد اشار ابن کثیر الی الحکم بصحتہ" (تاریخ الخلفاء ص46)

"تو بلا شبہ علامہ ابن کثیر حدیث مذکور پر صحت کا حکم لگانے میں مصیب ہیں"

فقیر راقم الحروف اس تحریر میں علمائے اعلام کے اس اختلاف میں نہیں پڑنا چاہتا کہ آیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رسل ملائکہ علیہم السلام پر بھی فضیلت ہے یا نہیں؟ بلکہ صرف اس نظریہ اور عقیدہ کی ترجمانی کرنا چاہتا ہے جو تمام علمائے اہل سنت میں اجماعی اور اتفاقی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل البشر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔

تو اس نظریہ اور موقف کی حقانیت پر یہ حدیث مرفوع صحیح، صریح نص اور قطعی الدلالت ہے جو الفاظ کے معمولی تفاوت سے مروی ہے دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

"عن ابی الدرداء (رضی اللہ عنہ) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل .او: خیر .من ابی بکر الا ان یکون نبی" (المنتخب من مسند عبد بن حمید 1/200)

"عن ابی الدرداء قال: رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امشی امام ابی بکر فقال یا ابا الدرداء (الی ان قال) ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر" (فضائل الصحابۃ 1/188)

"عن ابی الدرداء قال: رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا امشی امام ابی بکر فقال...ان ابابکر خیر من طلعت علیہ الشمس او غربت"

(فضائل الصحابۃ 1/190)(رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد 9/24)

"عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :- ما طلعت الشمس علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی"

(فضائل الصحابۃ 1/431)

یہ کسی صحابی کا قول یا زعم نہیں ہے بلکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص صریح: حدیث صحیح قطعی الدلالت ہے اس پر کہ بعد الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات پاک ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے اس میں شک وشبہ نہیں ہے۔

اور حدیث نبوی: ان ابابکر خیر من طلعت علیہ الشمس او غربت۔''
اس پر بھی نص صریح اور قطعی الدلالت ہے کہ

اور فرمان باری تعالیٰ: وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. الآیۃ۔

کے مطابق یہ نظریہ اور عقیدہ رکھنا ہر امتی پر لازم اور ضروری ہے۔ اس نص صریح میں حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات قدسیہ کے علاوہ کسی فرد بشر کا استثناء نہیں کیا گیا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ بلکہ باقی تمام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلہ افضلیت میں اپنی امت کو یہ عقیدہ تعلیم فرمایا ہے تو اب دیکھتے ہیں کہ کون حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتا ہے اور کون خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے؟

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم. والحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیھم و علی اٰلہ واصحابہ اجمعین.

شبہ:

اس حدیث میں بعد از انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ سے افضل ذات پر سورج طلوع اور غروب ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس سے مساوی اور برابر کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(۱) حدیث مذکور کی ایک روایت نے اس شبہ کی جڑ کاٹ دی ہے کیونکہ اس میں حدیث مبارک کی عبارت ہی ایسی ہے کہ یہ شبہ سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایں الفاظ ہے:

"ان ابابکر خیر من طلعت علیہ الشمس او غربت"

(فضائل الصحابۃ 1/190)(رواہ الطبرانی، مجمع الزوئد 9/24)

"یعنی حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جن پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہے ان تمام سے بلاشک وشبہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) افضل ہیں۔"

اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صرف افضل ہونے کی ہی تصریح نہیں ہے بلکہ ان ابابکر خیر الحدیث کے ساتھ افضلیت قطعی ہونے کی بھی تصریح فرمائی گئی ہے۔ لہٰذا شبہ مذکورہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔

(۲) اکثر طرق حدیث کی نسبت یہ کمزور شبہ ہوسکتا ہے تو جواباً گزارش یہ ہے کہ اگرچہ ظاہر کلام سے صرف افضل کی نفی مفہوم ہو رہی ہے لیکن اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ محاورات میں فصحاء و بلغاء کے ایسے کلام سے افضل اور مساوی دونوں کی نفی مقصود اور مراد ہوتی ہے۔

اسی لیے تو حدیث مذکور نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کا افادہ کیا ہے اور اس میں سر اور راز یہ ہے کہ ہر دو شخصوں کے حال سے غالب یہی ہے کہ ان کے درمیان تفاضل ہوتا ہے نہ کہ مساوات، لہٰذا جب ایک شخص سے افضلیت کی نفی کی گئی تو دوسرے کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ جیسا کہ علامہ مسعود بن عمر تفتازانی قدس سرہ العزیز نے حدیث مذکور کے تحت فرمایا:

"و مثل هذا الکلام وان کان ظاهره نفی افضلیة الغیر لکن انما یساق لاثبات افضیلة المذکور. ولهذا افادان ابابکر افضل من ابی الدرداء. والسر فی ذالك ان الغالب من حال کل اثنین هو التفاضل دون التساوی فاذا نفی افضلیة احدهما لآخر ثبت افضلیة الآخر۔"

(شرح المقاصد، 3/520)

اور یہی وجہ ہے کہ اہل سنت اور تفضیلیہ میں سے کوئی بھی حضرت ابو بکر صدیق یا حضرات شیخین کریمین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں برابری اور مساوات کا قائل نہیں۔

(۳) اگر کہا جائے:

"ما طلعت الشمس و لا غربت علی احد افضل من الانبیاء و المرسلین علیهم الصلوٰة والسلام"

"کہ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل کسی فرد پر سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ ہی غروب ہوا ہے۔"

توکیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے صرف افضل ہونے کی نفی ہے مساوی اور برابر کی نفی نہیں ہے؟ جب بالیقین مساوی اور افضل دونوں کی نفی مقصود ہے تو حدیث مذکور کی عبارت بھی اسی ترکیب سے ہے اور اس سے مقصود اور منشاء رسالت بھی یہی ہے کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا کوئی انسان نہ ہی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہے اور نہ ہی مساوی اور برابر ہے۔ وللہ الحمد

(۴) بالفرض اگر ایسی ہی ترکیب کے ساتھ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے حق میں حدیث مرفوع صحیح وارد ہوتی تو تفضیلیہ بتائیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا معنی ومفہوم کیا ہوتا؟ کیا افضل اور مساوی دونوں کی نفی مقصود ہوتی یا صرف افضل کی نفی ہوتی؟ جب بالیقین دونوں کی نفی ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اعتراف حق سے مانع کونسی چیز ہے؟ وللہ الحمد

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیھم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

حدیث نمبر 2:

"عن ابی سعید الخدری (رضی اللہ تعالی عنہ) قال: خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الناس (الی ان قال) فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من امن الناس علی فی صحبتہ و مالہ ابابکر ولو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا۔ الحدیث۔

ابن عباس (رضی اللہ تعالی عنہما) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم